امام اہلِ سنت، جانشین امیر شریعت
مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجۃُ الطاہرۃُ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

(وصال: ۱۰ نبوی، رمضان المبارک)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی میں سیدہ خدیجہ کے ساتھ پہلی شادی تھی اور سیدہ خدیجہ کی دو شوہروں سے بیوہ ہونے کے بعد آپ سے تیسری شادی تھی۔

نام ونسب: سیدہ خدیجہ کا صحیح نام ونسب یہ ہے: **خدیجةُ الطاهرةُ بِنتِ خُوَیلِدِ بنِ اسدِ بنِ عبدِ العُزّٰی بن قُصَیّ.**

قُصَی پر پہنچ کر اُن کا خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے جاملتا ہے۔

خویلد بن اسد اپنے قبیلہ میں نہایت معزز شخص تھے۔ باہر سے آکر انھوں نے مکہ میں رہائش اختیار کر لی اور معاشری، معاشی اور سیاسی رواج اور ضرورت کے مطابق عم زاد عبدالدار بن قُصَی کے حلیف بنے اور پھر یہیں مکہ ہی میں فاطمہ بنت رائدہ سے شادی کر لی تو اُن کے بطن سے واقعہ اصحاب الفیل سے پندرہ برس پہلے سیدہ خدیجہ پیدا ہوئیں۔

(طبقات ابن سعد، ص: ۸،۱۰، جلد: ۸۔ سیر الصحابیات، ص: ۱، طبع ثانی وثالث)

لقب:

جب ہوش سنبھالا اور سن شعور کو پہنچیں تو اپنی پاکیزہ فطرت اور عمدہ اخلاق کی بنا پر طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

قال الزُبیرُ بْنُ بَکّارٍ کَانَتْ تُدْعیٰ قَبْلَ الْبِعْثَۃِ الطَاھِرَۃُ (الاصابہ، ص: ۲۷۳، جلد: ۴)

مشہور قریشی نسّاب زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خدیجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا ہونے سے پہلے طاہرہ کے لقب سے پکاری جاتی تھیں۔

شباب اور نکاح:

سیدہ خدیجہ جب عاقلہ، بالغہ ہوگئیں تو اُن کے والد نے خاندانی اور علاقائی معمول کے مطابق اُن کی شادی کے لیے اہتمام شروع کیا۔ تو سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں سچے عیسائی مذہب کے پیروکار، تورات وانجیل کے بہت بڑے عالم اپنے بھتیجے جناب ورقہ بن نوفل (رضی اللہ عنہ) کو بطور داماد منتخب کیا لیکن پھر کسی غیر معلوم وجہ سے یہ تعلق قائم نہ ہوسکا۔ تو اس کے بعد والد کی نئی تجویز کے مطابق ابوھالہ بن زُرارہ بن نباش بن عدی التمیمی سے نکاح ہوگیا۔

(الاصابہ، ص: ۲۷۳، جلد: ۴۔ الاستیعاب، ص: ۲۷، جلد: ۴)

پہلی اولاد:

اُمّ المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کا نام ''ہند'' اور کنیت ''ابوھالہ'' تھی۔اُن کا نسب یوں ہے۔ ہند بن زرارہ بن بناش بن عدی بن حبیب بن صُرَد بن سلامہ بن جَرْدَہ بن اُسَید بن عمرو بن تمیم بن مُر۔سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہند کی تین اولادیں تھیں۔دولڑکے،ایک لڑکی۔ا۔ہند بن ہند۲۔ھالہ بنت ہند(انہی کے نام پر ابوھالہ کنیت تھی) ۳۔حارث بن ہند(ابوھالہ) تینوں مسلمان ہوئے اور صحابی تھے۔''حارث بن ابی ھالہ'' اللہ کے راستے میں اسلام کے پہلے شہید ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے اور آپ کے دفاع میں آگے آنے پر بیت اللہ میں رکنِ یمانی کے نیچے مشرکین نے تشدد کر کے شہید کر دیا۔

(''جمہرۃ انساب العرب'' لابی محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی ۳۸۴۔۴۵۶ھ،ص:۲۱۰،دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان۔)

کچھ مدت گزرنے پر ابوھالہ کا انتقال ہوگیا۔تو والد کی سر پرستی میں اُن کی تجویز کے کے مطابق عتیق بن عائذ بن عبداللہ بن عمر مخزوم (المخزومی) کے ساتھ حضرت خدیجہ کا دوسرا نکاح ہوگیا۔نسب کی بعض روایات میں عتیق کے والد کا نام عائذ کی جگہ عابد بھی منقول ہے۔لیکن اکثر علما انساب وتاریخ کے نزدیک اس کا نام عائذ ہی درست ہے۔

والد کی وفات:

اسی زمانہ میں یعنی عام الفیل سے بیس سال بعد عرب میں قریش کی مشہور جنگ حرب الفجار کا واقعہ پیش آیا تو اس میں دستور اور معاہدہ کے مطابق اپنے قبیلہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اُن کے والد بھی شریک ہوئے اور لڑائی کے دوران قتل ہوگئے۔(طبقات ابن سعد،ص:۱۰۹)

تجارت:

مختلف مواقع پر والد اور دو شوہروں کے یکے بعد دیگرے رخصت ہوجانے سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو انتظامی امور میں سخت دقت اور تکلیف پیش آئی۔کیونکہ ذریعۂ معاش تجارت اور کاروبار تھا۔جس کا اب کوئی نگران مرد باقی نہیں رہا تھا۔تاہم کچھ مدت تک اپنے اعزہ واقارب کو معاوضہ ومشاہرہ دے کر شام وغیرہ کی طرف مالِ تجارت بھجواتی رہیں۔ایک بار مال بھیجنے کا وقت آیا تو حضور علیہ اسلام کے چچا ابوطالب نے خاندانی تعارف اور تعلق کی بنا پر مشورۃً آپ سے یہ کہا کہ ''تم کو کسبِ معاش اور کاروبار کے سلسلہ میں خدیجہ سے جا کر ملنا چاہیے۔اس کا مال شام کی طرف جائے گا تو بہتر تھا کہ بطور وکیل و معاون تم بھی ساتھ چلے جاتے،خود میرے پاس پیسہ نہیں ورنہ میں تمہارے لیے کچھ سرمایہ مہیا کر دیتا'' عام شہری تعلق کے بعد ابوطالب کی مذکورہ تجویز کے مطابق حضور علیہ السلام کا بسلسلۂ کاروبار سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ملنا۔یہ اُن کے ساتھ خصوصی رابطہ اور بعد ازاں ظاہر وباطن کی دائمی محبت و رفاقت کا ذریعہ بن گیا۔اس دور میں حضور علیہ السلام سن بلوغت ورشد سے گزر کر عروجِ شباب پر پہنچے ہوئے ہر لحاظ سے حسین وجمیل اور موزون ومعتدل ایک جوانِ رعنا تھے۔نیز اپنی ازلی

سعادت، فطرتِ معصومہ، قابلِ رشک ملکوتی اخلاق، بے داغ ومجلّٰی سیرت واعمالِ صالحہ، صدق ودیانت، حسنِ معاملہ، خلقت ہدایت یافتہ طرزِ زندگی کی بدولت الصادق اورالامین کے غیر معمولی اعتماد کے مظہر بلند القاب سے مشہور ومسلم تھے۔ اور آپ کی زندگی کی یہ ساری تصویر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل ودماغ میں بھی پیوست تھی۔ تاآنکہ جب کسی ذریعہ سے چچا بھتیجے کی یہ گفتگو حضرت خدیجہ تک پہنچی تو انہوں نے اس قدرتی حسنِ اتفاق کو، اپنے کاروبار سنبھالنے اور ترقی دینے کے لے غیبی تائید سمجھتے ہوئے فوراً حضور علیہ السلام کو یہ پیغام بھیجا کہ ''اس دفعہ آپ میرا مالِ تجارت لے کر شام کی طرف جائیں تو اس محنت وتعاون پر جتنا معاوضہ میں دوسرے کارندوں کو دیتی ہوں آپ اس سے دوگنا معاوضہ مجھ سے لے لیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے چچا کی تجویز اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فرمائش کو قبول فرمالیا۔ اس وقت آپ کی پچیس برس کی عمر تھی کہ مذکورہ بالا معاہدہ کے تحت اپنی نگرانی اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہ کے سابق کاروباری نمائندہ اور غلام وخادم میسرہ کی معیت میں اُن کے وکیلِ تجارت کی حیثیت سے شام کے مشہور شہر بُصریٰ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور جب کاروبار سے فارغ ہوکر واپس لوٹے تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہلے کے مقابلہ میں دوگنا نفع حاصل ہوا۔ (طبقات ابن سعد ص:۸۱، جلد:۱)

اوراس سفر میں حضور علیہ السلام کو غیبی طور پر جو معجزہ نما واقعات پیش آئے وہ معلوم کرکے اُن کے دل میں آپ کی قدر ومنزلت اوراعتماد میں بہت اضافہ ہوا اور فطری جذبہ کے تحت اپنی تنہا اور بے رفیق زندگی کے پیشِ نظر آپ کی کشش اور محبت اُجاگر ہوگئی۔ چنانچہ موصوفہ نے پہلے تو آپ کی حسنِ کارگردگی، اس کے اثرات سے کاروبار اور منافع میں عجیب وغریب اور حیرت انگیز اضافہ اور برکت وترقی کے پیشِ نظر حضور علیہ السلام کے لیے پہلے سے مقررہ معاوضہ دوگنا کردیا۔ چنانچہ یہ مالی وسعت آپ کے لیے ضروریات ومقتضیاتِ زندگی کے عین مطابق بڑا اہم معاشی سہارا ثابت ہوئی۔ اس کے بعد کام میں زیادہ مصروفیت کے پیشِ نظر آپ نے بھی ضرورت وکثرت مشاغل اور تجارتی نمائندگی کے لیے حضرت خدیجہ کے پاس ہی مستقل طور پر کاروبار کی ذمہ داری سنبھال لی۔ تو سیدہ خدیجہ نے اپنی قلبی خواہش اور تمنا کے مطابق آپ کے ساتھ نکاح کے لیے تدبیر سوچی۔

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے وقت میں نہایت محتاط، فطرتاً مضبوط اخلاق وکردار کی مالک شریف وقابلِ احترام، قریشی خواتین میں اعلیٰ اور بہترین نسب والی، شرافت وکرامت اور سخاوت میں برتر اوران سے مال ودولت میں سب سے زیادہ فائق تھیں اوران کے خاندان وقبیلہ کا ہر فرد اور قریش کے تمام دوسرے قبائل میں سے اُن کی ان صفات کا گرویدہ اوران کی بنا پر اُن کے ساتھ نکاح کی زبردست خواہش اور تمنا رکھتا تھا۔ لیکن تقدیرِ الٰہی میں سیدہ خدیجہ کی قسمت، حضور علیہ السلام جیسی عظیم اور بے نظیر ہستی کے ساتھ وابستہ ہوچکی تھی۔ اس سلسلہ میں بطورِ خاص واضح رہے کہ سیدہ خدیجہ کے حقیقی سرپرست اور متولی اموران کے والد تھے جو حرب الفجار میں قتل ہوگئے۔ مگران کے نائب ولی اور قائم مقام ان کے حقیقی چچا عمرو بن اسد زندہ تھے۔ اس کے باوجود عرب کی بدوی معاشرت میں عورتوں کو یہ آزادی اور خودمختاری حاصل تھی کہ زندگی کے عام معاملات کے علاوہ اپنے نکاح اور شادی جیسے بہت اہم اور بے حد نازک مسئلہ کے متعلق بھی کسی شخص یا

خاندان سے خود براہِ راست گفتگو کر سکتی تھیں۔ چنانچہ اپنے ملکی اور قومی عرف کی بنا پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی چچا کے موجود ہوتے ہوئے بھی خود سبقت کر کے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے میں تمام مراحل طے کیے۔ البتہ تقریبِ رفاقت کی انجام دہی کے لیے مقررہ عام اخلاقی اور معاشرتی دستور کے مطابق اپنے چچا عمرو بن اسد کو خاندان کا نمائندہ بنا کر پیش کیا۔

بنا بریں ایک کمزور روایت کے مطابق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کسی موقع پر حضور علیہ السلام کے ساتھ نکاح کے لیے آپ کی خدمت میں براہِ راست اس کی پیش کش کی اور ان الفاظ میں مخاطب ہوئیں:

یٰا ابنَ عَمِّ ! اِنّی قَد رَغِبتُ فِیکَ لَقَرَابَتِکَ وَ وَسطَتِکَ فِیْ قَومِکَ وَ اَمَانَتِکَ وَ حُسنِ خُلُقِکَ وَ صِدقِ حَدِیثِکَ. (عیون الاثر، ص:۳۹، جلد: اوّل)

اے ابن عم! یقین رکھو تمہاری قرابت و رشتہ داری اور تمہاری اپنی قوم میں بلندیٔ مرتبہ اور تمہاری امانت اور بہترین اخلاق اور راست گفتاری کی وجہ سے مجھے تمہاری ذات میں دل چسپی ہے۔

لیکن دوسری زیادہ مشہور اور مصدقہ روایت کے مطابق سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے براہِ راست گفتگو کی جگہ بالواسطہ اور خفیہ طریقہ سے آپ تک خواہش و پیغامِ نکاح پہنچانے کی تدبیر کی۔ چنانچہ مشہور قریشی بزرگ صحابی حضرت یعلی بن اُمیّہ رضی اللہ عنہ جو حضور علیہ السلام کے عہد سے لے کر خاتمۂ خلافتِ ثالثہ اور تاریخ اسلام میں اپنے دائمی اثرات ونتائج کے لحاظ سے سب زیادہ اہم، سراپا خطرناک اور دردناک عظیم دینی وقومی حادثہ یعنی شہادتِ سیدنا ذوالنورین عثمانِ غنی سلام اللہ ورضوانہ علیہ کے وقت تک اہم انتظامی اور سیاسی مناصب وعہدہ جات پر فائز رہتے چلے آئے اور اس وقت بھی یمن کے گورنر تھے۔ اور جب اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ الحُمیر اءسلام اللہ ورضوانہ علیہا کی زیرِ قیادت تحریکِ قصاص اور انتقامِ امامِ مظلوم، جاری اور منظّم ہونے کی اطلاع اُن کو پہنچی تو اس سانحہ سے پھیلی ہوئی پریشانی، ابتری اور مایوسی ووحشت کے ماحول میں اس خبر کو اپنے دل کی آواز اور مژدۂ ہدایت و فلاح سمجھ کر مکّہ مکرمہ میں مخدومۂ کونین اُمّ المؤمنین کی خدمت میں پہنچنے کے لیے تیار ہوئے تو اس مہم میں مکمل فکری تائید کے ساتھ ساتھ عملی ہدیہ وامداد کے طور پر گھوڑے، درہم و دینار اور دوسرا متفرق ساز وسامان لے کر سیدہ اُمّ المؤمنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا پہنچے تھے۔ ان بزرگ صحابی کی ہمشیر پیغام لے جانے والی صحابیہ خاتون محترمہ نفیسہ بنتِ مَنیہ رضی اللہ عنہا۔ جن کو حضور علیہ السلام کے پاس سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغامِ نکاح پہنچانے نیز خطبہ اور منگنی کی مہم کو تقریبِ نکاح و رفاقت تک پروان چڑھانے جیسی بے مثال خدمت نیز عظیم اور غیر فانی، ابدی سعادتِ دارین نصیب ہوئی۔ وہ یوں بیان کرتی ہیں کہ:

''فَارسَلَتنِیْ دَسِیسًا اِلٰی مُحَمَّدٍ بَعدَ اَنْ رَجعَ مِنْ عِیرِهَا مِنَ الشَّامِ فَقُلتُ یَا مُحَمَّدُ ! مَا یَمنَعُکَ اَنْ تَزَوَّجَ؟ قَالَ مَا بِیَدِیْ مَا اَتَزَوَّجُ بِهٖ قُلتُ فَاِنْ کُفِیتَ ذالِکَ وَ دُعِیتَ اِلَی المَالِ وَالجَمَالِ والشَّرَفِ وَالکِفَآئَةِ اَلَّا تُجِیبُ قَالَ فَمَنْ هِیَ قُلتُ خَدِیجَةُ قَالَ فَکَیفَ لِیْ بِذالِکَ ؟ قالَتْ قُلتُ عَلَیَّ قَالَ فَاَنَا اَفعَلُ فَذَهَبتُ فَاَخبَرتُهَا فَاَرسَلَتْ اِلَیه اَن اِئتِ لِسَاعَةِ کَذَا و کَذا فَاَرسَلَتْ اِلٰی عَمِّهَا عَمرِو ابنِ

اَسَدٍ لِیُزَوِّجَهَا فَحَضَرَ وَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ عُمُوْمَتِهٖ فَزَوَّجَهٗ اَحَدُهُمْ فَقَالَ عَمْرُو ابْنُ اَسَدٍ هٰذَا الْفَحْلُ لَا یُقْدَعُ اَنْفُهٗ وَ فِی الرِّوَایَةِ الْاُوْلٰی فَلَمَّا قَالَتْ لَهٗ خَدِیْجَةُ ذَالِکَ ذَکَرَ ذَالِکَ لِاَعْمَامِهٖ فَخَرَجَ عَمُّهٗ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (الیٰ آخِرِهَا) (عیون الاثر، ص:۴۹، ۵۰، جلد:۱)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خفیہ پیغامبر کے طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت بھیجا جبکہ وہ شام سے تجارتی قافلہ لے کر واپس آئے تو میں نے اُن کے پاس پہنچ کر کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی شادی میں کون سی چیز رکاوٹ بن رہی ہے؟ فرمایا: میرے پاس وہ سامانِ ضرورت نہیں جس کے ساتھ میں نکاح کرسکوں، میں نے کہا اگر آپ کو بقدرِ کفایت وضرورت سامان مہیا کر دیا جائے اور آپ کو دولت، حسن، شرافت اور ہم پلّہ خاندان اور برادری سے تعلق جوڑنے کے لیے کہا جائے تو کیا آپ پھر بھی قبول نہیں کریں گے؟ تو فرمایا: میرے پاس خدیجہ سے رابطہ اور اس کے پیغامِ نکاح قبول کرنے کی کیا صورت ہے؟ تو میں نے کہا یہ سب کچھ میرے ذمہ ہے۔ اس پر فرمایا کہ پھر میں یہ کام کر گزروں گا۔ اس پر میں نے خدیجہ کو ان حالات کی خبر دی تو انہوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ فلاں وقت میرے گھر پر آجائیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بھی پیغام بھیج دیا کہ وہ آکر نکاح کرادیں اور دوسری طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچوں کے ہمراہ تشریف لائے تو ان چچوں میں سے ایک (پہلی روایت کے مطابق اسد اللہ واسد الرسول، سید الشہداء، امیر المؤمنین حضرت حمزہ بن عبدالمطلب) نے نکاح کرایا۔ یہ مبارک تقریب انجام پانے کے بعد سیدہ خدیجہ کے چچا عمر بن اسد نے یہ کہا واقعتاً یہ نر ایسا ہے جس کی ناک نہیں توڑی جاسکتی۔ (یعنی) یہ ایسا خاندانی اور باوجاہت کفو والا فرد ہے جس کے رشتہ کو روکا اور مسترد نہیں کیا جاسکتا۔

الروض الانف کی روایت کے مطابق منقول ہے کہ حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی جگہ آپ کے چچا ابوطالب نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ جس کے آخری الفاظ حسبِ ذیل ہیں:

''اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ مُحَمَّدًا مِمَّنْ لَّا یُوَازَنُ بِهٖ فَتیً مِّنْ قُرَیْشٍ اِلَّا رَجَحَ بِهٖ شَرَفًا وَ نُبْلًا وَ فَضْلًا وَ عَقْلًا وَ اِنْ کَانَ فِی الْمَالِ قَلَّ فَاِنَّهٗ ظِلٌّ زَائِلٌ وَ عَارِیَةٌ مُسْتَرْجَعَةٌ وَ لَهٗ فِی خَدِیْجَةَ بِنْتِ خُوَیْلِدٍ رَغْبَةٌ وَ لَهَا فِیْهِ مِثْلُ ذَالِکَ.''

(الروض الانف، ص:۱۱۲، جلد:۱۔ بحوالہ سیرت المصطفیٰ، مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ، ص:۸۴، جلد:۱)

بعد تمہید! واضح ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ شخص ہیں کہ قریش کے کسی بھی جوان سے نسبی وقومی بزرگی وبلندیٔ اخلاقی برتری اور روشنیٔ فکر وشعور میں آپ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو آپ ہی کا پلہ بھاری رہے گا۔ اگرچہ مال ودولت میں آپ کم ہیں لیکن مال ایک ٹل جانے والا سایہ ہے اور ایک مانگی ہوئی چیز ہے۔ جو واپس لے لی جائے گی۔ ان کو خدیجہ بنت خویلد کے ساتھ نکاح میں رغبت اور دلچسپی ہے۔ اور ایسے ہی خدیجہ کو ان کے ساتھ۔

چنانچہ شام کے اس سفر سے واپسی کے دو مہینے پچیس دن بعد اپنی عمرِ مبارک کے چھبیسویں سال ماہِ صفر کے آخر میں اصحاب الفیل کے واقعہ سے پچیس برس دو مہینے دس دن بعد سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح ہوا۔ اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔ بعض علما کے نزدیک سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد خویلد بن اسد نے اور بعض کے نزدیک ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے حضور علیہ السلام سے ان کا نکاح پڑھایا لیکن زیادہ محفوظ اور مستند روایت یہ ہے کہ اُن کے والد خویلد بن اسد عرب کی مشہور جنگ حرب الفجار سے پہلے فوت ہوئے یا اس جنگ میں قتل ہو جانے کی وجہ سے بوقتِ نکاح زندہ موجود نہیں تھے۔ اس لیے تحقیق یہی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا عمرو بن اسد نے ان کا نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم۔ (عیون الاثر، ص: ۵۰، جلد: ۱)

حضرت خدیجہ کے بطن سے آپ کی اولاد میں چار دخترانِ نیک اختر سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ اُمّ کلثوم، سیدہ فاطمہ اور دو فرزند سید قاسم اور سید عبداللہ الملقب بہ طیب و طاہر پیدا ہوئے۔ گویا ایک آخری فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے سوا آپ کی کل اولاد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہی ہوئی۔ جب تک حضور علیہ السلام نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نہایت اخلاص و محبت، ایثار و ہمدردی و غم خواری اور صبر و استقامت کے ساتھ آپ کی زوجیت میں پچیس سال گزارے۔ ۱۰ نبوی میں ہجرت سے پہلے دورانِ ماہِ رمضان المبارک پینسٹھ برس کی عمر میں مکّہ مکرّمہ کے اندر انتقال فرمایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر میں اُتارا۔ چوں کہ نمازِ جنازہ اُس وقت تک شروع ہی نہیں ہوئی تھی اس لیے بغیر جنازہ ہی دفن کیا۔ مکّہ سے متصل ''حَجُون'' کی بستی میں مدفون ہوئیں۔ سلام اللہ علی النبی و رضوانہ علیہا۔

(الزرقانی، ص: ۲۲۶، جلد: ۳۔ سیرت ابن ہشام بحوالہ سیرت المصطفیٰ، ص: ۳۱۲، جلد: ۳)

(مطبوعہ: پندرہ روزہ ''الاحرار'' لاہور، جلد: ۱۱، شمارہ: ۲۲۔۲۳، فروری/مارچ ۱۹۸۲ء)

دینِ ازواج واصحاب رسول علیہم السلام والرضوان

''خدا و رسول علیہ السلام اور ازواج و اصحابِ رسول علیہم الرضوان کی بالترتیب اطاعت۔ دین کی اصل و بنیاد ہے۔ ان کے متعلق موروثی اور اجماعی عقائد میں ذرہ برابر تصرف و تحریف بھی حق و صواب سے مکمل محرومی کی واضح علامت ہے۔ مقامِ صحابہ کی معرفت سے معرفتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فتحِ باب ہوتا ہے اور معرفتِ رسول سے معرفتِ الٰہیہ کا جہان منکشف ہوتا ہے۔ اس لیے دینِ صحابہ کی معرفت اور اس پر استقامت ہی ازلی سعادت اور ابدی نجات و فلاح کی ضامن ہے۔''

ایک آٹوگراف: امامِ اہلِ سنت، جانشینِ امیرِ شریعت، مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

۲۹/جمادی الاُولیٰ، ۱۴۰۰ھ۔ ۱۶/اپریل ۱۹۸۰ء